ڈاکٹر امان اللہ خاں

معاشرتی بہبود کا قرآنی تصور

آج کی دنیا انسان سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتی ہے ۔ انسان کی مادی فلاح و بہبود کے لیے لاتعداد پروگرام وضع کیے گئے ہیں ۔ ادارۂ اقوامِ متحدہ کا نعرہ ہے کہ سارے عالم سے جہالت ، غربت اور بیماری کا خاتمہ کر دیا جائے ۔ جدید مملکت بھی اپنے آپ کو فلاحی مملکت (Welfare State) کا نام دیتی ہے جس کا بنیادی مقصد شہریوں کی فلاح و بہبود ہے اور جہالت ، غربت اور بیماری دور کرنا اس کے اہم فرائض میں شامل ہے معاشرتی بہبود کے بڑے بڑے ادارے قائم کیے گئے ہیں ۔ ان اداروں کی لاتعداد شاخیں موجود ہیں ۔ سوشل ورکرز کی تربیت کا اہتمام کیا گیا ہے اور معاشرتی اداروں پر کروڑوں روپے صرف اس لیے خرچ کیے جاتے ہیں کہ انسانیت کی مدد کی جائے ۔ سوشل ویلفیر پلاننگ کے نام پر بڑے بڑے جاذبِ نظر پروگرام اور اصطلاحیں سننے اور پڑھنے میں آتی ہیں ۔ کیس ورک ، گروپ ورک ، کمیونٹی ڈیویلپمنٹ ، سوشل ریسرچ ۔ سوشل ویلفیئر ایڈمنسٹریشن ، انسانی زندگی کا تحفظ ، صفائی ، صحت ، چائلڈ لیبر کا خاتمہ ، صنعتی تنازعات کا تصفیہ ، افراد اور خاندانوں کی رہنمائی اور امداد ۔ ان سب کا مقصد یہی ہے کہ لوگ اپنے مسائل خود حل کر سکیں ۔ نیز اپنے ماحول سے سازگاری پیدا کرنے کے قابل ہو سکیں ۔ لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ انسانی فلاح و بہبود کے لیے ان لاتعداد اداروں کی یہ کوششیں کم از کم جہاں تک مشرقی ممالک کا تعلق ہے ، اور بدقسمتی سے اس میں ہمارا اپنا ملک بھی شامل ہے ، حقیقی معنوں میں بارآور نہیں ہو سکیں ۔ اس ناکامی کے کیا اسباب ہیں ۔ اس کا کھوج لگانا اہلِ فکر کا کام ہے ۔

دینِ اسلام اور تاریخ انسانیت کے ایک ادنیٰ طالبِ علم کی حیثیت سے راقم الحروف نے غور و فکر کے بعد یہ رائے قائم کی ہے کہ جدید تصورِ معاشرتی بہبود ایک نتیجہ خیز بنیادی

نظریے، فلسفے یا ایمان سے محروم ہے۔ نیز یہ تصور حقیقی جذبۂ ایثار و قربانی سے بھی خالی ہے۔ چنانچہ اس اہم اور مفید تحریک کو نتیجہ خیز اور بارآور بنانے کے لیے ہمیں خدائے بزرگ و برتر کے اس آخری اور کامل پیغام کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو سارے جہان کے لیے رہنمائی اور ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ وہی پیغام جس کے بارے میں حکیم الامت علامہ اقبال نے یہ کہا ہے:

تو ہمی دانی کہ آئین تو چیست؟ زیر گردوں سرِ تمکین تو چیست؟
آن کتابِ زندہ قرآنِ حکیم حکمتِ او لایزال است و قدیم
نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات بے ثبات از قوتش گیرد ثبات[1]

معاشرتی بہبود کے بارے میں جو تصور ہمیں قرآنِ حکیم سے ملتا ہے اس کے چند نمایاں پہلو یہ ہیں:

(۱) عظمتِ انسانیت (۲) مساواتِ نسلِ انسانی (۳) جذبۂ ایثار و قربانی (۴) خدمتِ خلق (۵) انفاق فی سبیل اللہ (۶) کام اور جدوجہد کی عظمت اور (۷) جہالت بداخلاقی و بددیانتی کا خاتمہ۔

آیئے اب اس اجمال کی تفصیل پر نظر ڈالیں۔

عظمتِ انسانیت: قرآنِ حکیم نے انسان کی عظمت اور اس کے شرف کی بڑے مؤثر طور پر نشاندہی کی ہے۔ کہیں انسانوں کو "ولقد کرمنا بنی آدم[2]" کی خوشخبری سے نوازا اور کہیں انھیں "لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم[3]" کا مژدہ جانفزا سنایا۔ کہیں انسانوں کو اپنا نائب اور خلیفہ قرار دیا[4] کہیں اسے اس کی لغزشوں کے باوجود برگزیدہ قرار دیا[5] ایک ایسی امانت کا حامل جسے زمین، آسمانوں اور پہاڑوں نے

---

[1] اقبال، اسرار و رموز (لاہور ۱۹۵۷) ص ۱۲۰
[2] القرآن الحکیم، ۱۷: ۷۰
[3] ایضاً، ۹۵: ۴
[4] ایضاً، ۲: ۳۰
[5] ایضاً، ۲۰: ۱۲۲

اٹھانے سے انکار کر دیا۔[۵۶] قرآن حکیم نے انسان کو یہ مقام رفیع عطا فرمایا کہ اس کے بارے میں یہ ارشاد ہے کہ ہم نے تمھارے لیے آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی مسخر کر دیا ہے
یہ سب تعلیمات اس امر کی نشاندہی کرتی ہیں کہ اس کائنات اور موجودات میں انسان کی حیثیت بڑی اعلیٰ وارفع اور اس کا مقام و منصب بہت بلند ہے۔ جہاں ایک طرف انسان کو اپنی اس شان کے شایان کام کرنے چاہییں وہیں ہر انسان کو دوسرے انسان کے متعلق یہ بات ملحوظِ خاطر رکھنی چاہیے کہ اس سے سلوک اور معاملہ کرتے وقت اس کی اس عظمت کو پیشِ نظر رکھے۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن حکیم کی انھی تعلیمات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا تھا:

اَلْخَلْقُ عَیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عَیَالِہٖ[۵۸]

ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے۔

اقبال نے سچ کہا ہے:

آدمیت احترامِ آدمی   باخبر شو از مقامِ آدمی

مساواتِ نسلِ انسانی: قرآنِ حکیم نے افرادِ نسلِ انسانی کو مساوات و وحدت کا اعلیٰ ترین اور منافع رساں تصور عطا فرمایا۔ قرآنِ حکیم کی نظر میں رنگ، زبان، نسل، خاندان، وطن اور علاقے کے امتیازات ہیچ ہیں۔ بنیادی حیثیت انسان کے بنیادی حقوق کو حاصل ہے۔ وجہ امتیاز، رنگ و نسل، لسان و خاندان اور علاقہ و وطن کا نہیں بلکہ کردار و تقویٰ کا ہے۔

انسانی وحدت کا اعلان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

---

۵۶ القرآن الحکیم، ۳۳ : ۷۲   ۵۷ ایضاً، ۴۵ : ۱۳

۵۸ مشکوٰۃ المصابیح۔ کتاب الآداب، باب الشفقۃ والرحمۃ علی الخلق

"یا یہا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منہا زوجہا و بث منہما رجالاً کثیرا و نساءً"[9]

(اے افرادِ نسلِ انسانی! اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو جس نے تمھیں ایک جان سے پیدا کیا۔ اور پھر اسی سے اس کا جوڑا پیدا کیا۔ پھر ان دو سے بہت سے مرد و عورت پھیلائے۔

شیخ سعدیؒ نے اسی آیت کے مضمون کو بڑے عمدہ انداز میں یوں بیان کیا ہے:

بنی آدم اعضائے یک دیگراند — کہ در آفرینش ز یک جوہراند
چو عضوے بدرد آورد روزگار — دگر عضوہا را نماند قرار[10]

شعوب و قبائل اور نسل و وطن کا امتیاز ختم کرتے ہوئے خالقِ ارض و سما نے یہ ارشاد فرمایا:

یا یہا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ و جعلناکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم[11]

اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمھیں مختلف گروہوں اور قبیلوں میں محض پہچان کے لیے منقسم کیا۔ بلاشک اللہ کے نزدیک زیادہ عزت دار وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر اسی اصولِ وحدت و مساوات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

یا یہا الناس! الا ان ربکم واحد و ان اباکم واحد، الا لا فضل لعربی علی عجمی و لا لعجمی علی عربی و لا لاحمر علی اسود و لا لاسود علی احمر الا بالتقویٰ[12]

---

[9] القرآن الحکیم، ۴: ۱

[10] شیخ سعدی، گلستان (کانپور ۱۳۳۲ھ)، ص ۳۹

[11] القرآن الحکیم، ۴۹: ۱۳

[12] امام احمد بن حنبل، مسند بحوالہ، سلیمان ندوی، سیرت النبیؐ (اعظم گڑھ ۱۳۷۱ھ) ج ۲، ص ۱۵۱

"لوگو! بے شک تمھارا رب ایک ہے اور بے شک تمھارا باپ بھی ایک ہے۔ ہاں کسی عرب کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عرب پر، کسی سرخ کو کسی سیاہ پر اور کسی کالے کو کسی گورے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے۔"

علامہ اقبال کے نزدیک سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت وبعثت کا ایک بہت بڑا مقصد بنی نوع آدم کی اخوت و مساوات کا قیام تھا۔ چنانچہ انھوں نے اپنی مثنوی "اسرار رموز" میں ایک عنوان یہ بھی باندھا ہے " در معنی ایں کہ مقصود رسالت محمدیہ تشکیل وتاسیس حریت و مساوات و اخوت بنی نوع آدم است"[۳۱]

وحدت و مساوات نسل انسانی کا یہی وہ تصور ہے جس کی بدولت اسلام نے سماج کے روندے ہوئے اور ذات پات کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے انسانوں کو عزت وآزادی کا پیغام دیا۔ اسلام کا یہ تصور اتنا جاندار اور مفید تصور ہے کہ آج بھی انسانیت کو اس کی اشد ضرورت ہے۔ کالے، گورے، شرقی، غربی، ایشیائی، یورپی، افریقی بے شمار گروہوں میں بٹی ہوئی انسانیت کی نجات آج بھی قرآن حکیم کے تصور مساوات نسل انسانی کے اپنا لینے میں ہی مضمر ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک انسانیت قومیت کے لادینی اور محدود تصور سے نکل کر نسل انسانی کی مساوات و وحدت کا تصور اپنا نہیں لیتی اس وقت تک انسان انسان کا اور قومیں قوموں کا گلہ کاٹتی رہیں گی۔ اور انسان نفرت کی آگ میں جھلستا رہے گا۔

جذبۂ ایثار و قربانی: انسان کے اندر خود غرضی، حیوانیت، لالچ اور بخل کا جو جذبہ موجود ہے اسے ایثار و قربانی کا عملی جذبہ ہی ختم کر سکتا ہے۔ لادینیت اور عقل محض پر مبنی معاشرے کے فرد کی کیفیت بیان کرتے ہوئے مشہور مغربی فلسفی شوپن ہار نے یہ کہا تھا کہ "انسان انسان کے لیے بھیڑیا ہے۔" (Man is wolf to man) ۔ اور در حقیقت یہ اس خود غرض انسان کی تصویر ہے جو ایثار و قربانی اور روحانیت کے جذبہ سے عاری

---

[۳۱] علامہ اقبال، اسرار و رموز۔ (لاہور ۱۹۵۴ء) ص ۱۱۹

انسان ہے۔

اس کے برعکس قرآنِ حکیم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے:

وَ یُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ؕ۟ وَ مَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [14]

اور وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو اور جو شخص اپنی طبیعت کے بخل سے محفوظ ہو گیا پس ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

آنحضورؐ نے بڑے زوردار الفاظ میں یہ اعلان کیا ہے:

لا یؤمن احدکم حتّٰی یحب للناس ما یحب لنفسہ [15]

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک انسانوں کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے

باہمی خلوص اور ایثار و قربانی کا یہ وہ معیار ہے کہ جس سے اونچا معیار ذہنِ انسانی میں نہیں آسکتا۔

انسان کے لالچ پر کاری ضرب لگاتے ہوئے قرآنِ حکیم نے یہ ارشاد فرمایا:

اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ [16]

آنحضورؐ نے بھی اسی سلسلے میں یہ فرمایا کہ انسان کے پاس اگر سونے کی دو وادیاں بھی بھری ہوئی ہوں تو وہ پھر بھی یہ خواہش کرے گا کہ کاش ایک اور سونے سے بھری ہوئی وادی اس کی ملکیت ہوتی، اور ابنِ آدم کے پیٹ کو سوائے خاک کے اور کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔ [17] رحمۃ للعالمین کی زندگی یہ تھی کہ مدینے کی دس سالہ زندگی میں کبھی تین دن اور تین راتیں ایسی نہیں گزریں کہ آپ نے یا آپ کے اہل و عیال نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا ہو۔ آپؐ

---

[14] القرآن الحکیم، ۵۹ : ۹

[15] احمد بن حنبل، مسند۔ بخاری و مسلم میں الفاظ تھوڑے سے مختلف ہیں۔

[16] القرآن الحکیم، ۱۰۲ : ۱ [17] امام غزالی، احیاء علوم الدین

کو یہ زیادہ پسند تھا کہ صفہ پہ رہنے والے غریب لوگوں کا پیٹ بھر جائے، چاہے وہ خ
بھوکے ہی کیوں نہ رہیں۔

قرآن حکیم کی تعلیمات، آنحضورؐ کے ارشادات اور ذاتی عمل سے ایک ایسا معاشر
وجود میں آیا جس کا ہر فرد ایثار و قربانی کا پیکر تھا اور جن کے اندر انسانی ہمدردی او
خدمت کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہ وہ لوگ تھے جن کو دوسرے کا کام کر ک
دوسرے کی مدد کر کے حقیقی اور دلی مسرت اور سکون حاصل ہوتا تھا۔

خدمتِ خلق: یتیموں، بیواؤں، مسافروں، حاجت مندوں، ضعیف و ناتوا
اور بیماروں کی خدمت و مدد کرنا ایسے کام ہیں جن کی تلقین قرآن حکیم نے بار بار کی ہے
آنحضورؐ کے ارشادات و اسوۂ حسنہ اور صحابۂ کرامؓ کا عمل اس قرآنی تعلیم کے واضح
ثبوت ہیں:

وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْعَقَبَةُ ٥ فَكُّ رَقَبَةٍ ٥ أَوْ إِطْعَامٌ فِي يَوْمٍ ذِي مَسْغَبَةٍ ٥
يَتِيمًا ذَا مَقْرَبَةٍ ٥ أَوْ مِسْكِينًا ذَا مَتْرَبَةٍ ٥ ثُمَّ كَانَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَتَوَاصَوْا
بِالصَّبْرِ وَتَوَاصَوْا بِالْمَرْحَمَةِ ؎۱۱

اور کیا آپ نہیں جانتے کہ مشکل ترین کام کیا ہے؟ کسی گردن کا چھڑانا۔ فاقہ کے دن میں کسی
رشتہ دار یتیم کو یا کسی خاک نشین محتاج کو کھانا کھلانا ہے۔ اور پھر ان لوگوں میں سے ہونا جو
ایمان لائے اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کی اور ایک دوسرے کو رحم کرنے کی فہمائش کی۔

یہ اور اس قسم کے متعدد قرآنی ارشادات انسانی خدمت کا سبق دیتے ہیں اور
آنحضورؐ کے ارشادات بھی اسی امر کی تلقین کرتے ہیں۔

(باقی آئندہ)